

6۔ پنچایت

منشی پریم چند

(۱۸۸۰ء۔۔۔۔۔۱۹۳۶ء)

ابتدائی حالات:

پریم چند کا اصل نام دھنپت رائے تھا۔ ضلع بنارس کے ایک گاؤں ملی میں پیدا ہوئے۔ والد منشی عجائب لال ڈاک خانے میں ملازم تھے۔ میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد ایک سکول میں مدرس ہو گئے۔ ۱۹۰۰ء میں گورنمنٹ مڈل سکول سے سرکاری ملازمت کا آغاز کیا۔ ملازمت کے ساتھ ساتھ تعلیم حاصل کرنے کا سلسلہ جاری رکھا۔ چنانچہ ۱۹۱۹ء میں الہ آباد یونیورسٹی سے بی۔ اے کر لیا۔ ۱۹۲۱ء میں ملازمت سے استعفیٰ دے دیا اور مکمل طور پر علمی و ادبی کاموں میں مشغول ہو گئے۔ ۱۹۳۶ء میں انجمن ترقی پسند مصنفین کے پہلے اجلاس کی صدارت کی اور اسی سال بنارس میں وفات پائی۔

اسلوب نگارش:

پریم چند نے اپنی تحریروں میں ہندوستان کے دیہات میں بسنے والے مردوروں اور کسانوں کی زندگی اور ان کے مسائل کا ملبانی کے ساتھ بیان کیے ہیں۔ ان کے افسانوں میں نیکی تمام تر مشکلات کے باوجود بدی کے مقابلے میں غالب رہتی ہے۔ ان کی زبان سادہ ہے۔ انھوں نے مقامی واقعات اور حقائق کو موضوع بنا کر تحریروں میں مقامی رنگ پیدا کیا ہے۔ ان کی تحریروں کی بنیاد معاشرتی مسائل، نفسیاتی مطالعہ اور مشاہدہ پر ہے۔ ان کے کردار زیادہ مثالی ہیں، جن میں تنوع پایا جاتا ہے۔ انھوں نے قریباً ہر عمر اور پیشے سے متعلق کردار پیش کیے ہیں۔

تصانیف:

پریم چند کا شمار اردو کے اولین افسانہ نگاروں میں ہوتا ہے۔ ان کے افسانوں کے مجموعوں میں: ”سوز و دھن“، ”پریم پھیںسی“، ”پریم چالیسی“، ”زادِ راہ“ اور ”واردات“ زیادہ اہم ہیں۔ انھوں نے افسانوں کے علاوہ ناول بھی لکھے، جس میں: ”میدانِ عمل“، ”بازارِ حسن“، ”گنودان“ کو زیادہ شہرت ملی۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
بے اعتنائی کرنا	توجہ نہ دینا	تحصیلِ علم	علم کا حاصل کرنا

خاطر داریاں	خدمت کرتا	خواجہ خضر کی حیات	لمبی عمر
زائوئے ادب نہ کرتا	موزک بینٹ	سبزبانہ دکھانا	جھوٹا وعدہ کرنا
شانِ فضیلت	بڑائی کی شان	کامل	پورا
کھبوے کرتا	پھیرے لگانا	مسند	گدی، تخت
وضع	طرز	ہبہ نامہ	دو دستاویز جس پر کوئی چیز عطا کرنے کا اقرار لکھا جائے

سبق کا خلاصہ

یہ افسانہ فشی پریم چند کے نمائندہ افسانوں میں سے ایک افسانہ ہے۔ دوستی اور دشمنی سے قطع نظر انصاف کو اہمیت حاصل ہے۔ دیہات میں بسنے والے کسانوں اور مزدوروں کے کرداروں کے ذریعے انصاف اور سچائی کا درس دیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ پنچایت کی اہمیت اور اس کے کردار پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ ہمارے دیہاتوں میں آج بھی پنچایت کا نظام رائج ہے۔ پنچایت ایسی بیٹھک کو کہتے ہیں جہاں گاؤں کے لوگ کسی متنازع مسئلے کو حل کرنے کے لیے اکٹھے ہوتے ہیں۔

جنم فتح اور الگوچودھری میں بہت یارانہ تھا۔ ایک دوسرے پر کامل بھروسہ تھا۔ دونوں کی دوستی کی وجہ سمجھتی باڑی اور لین دین میں شراکت تھا۔ یہ اعتماد اس قدر پروان چڑھ چکا تھا کہ جب جنم فریضہ حج ادا کرنے کے لیے گئے تو اپنے گھر کے انتظامات الگو کے سپرد کر گئے تھے۔ دوستی کا یہ سفر طالب علمی کے زمانہ سے رواں دواں تھا۔

فشی پریم چند لکھتے ہیں کہ فتح جنم کی ایک بوڑھی بیوہ خالہ تھیں۔ جو بے اولاد تھیں اور تھوڑی سی ملکیت کی مالک تھیں۔ فتح جنم اور اس کی بیوی نے اپنی خالہ کی خوب خاطر تواضع کر کے ملکیت اپنے نام منتقل کرالی۔ اس کے بعد بوڑھی خالہ کی نوبت یہاں تک آگئی کہ وہ لقمے لقمے کو ترسنے لگی۔ انتہائی تنگ دستی کے عالم میں بوڑھی خالہ نے جنم سے ماہوار خرچ کا مطالبہ کر دیا۔ فتح جنم نے جب اسے مر جانے کا طعنہ دیا تو بڑھیا نے پنچایت اکٹھی کر دی۔ فتح جنم کو اندیشہ نہیں تھا کہ پنچایت کا فیصلہ کس کے حق میں ہو گا۔

الگوچودھری جو کہ جنم کے بچپن کے گہرے دوست اور ہم جماعت تھے اس پنچایت کے سرخی منتخب ہوئے۔ فتح جنم کو ناز تھا کہ فیصلہ اس کے حق میں ہو گا۔ مگر جب الگوچودھری منصف کی کرسی پر بیٹھا تو اس نے دوستی نبھانے کی بجائے حق و انصاف کی بات کی۔ اور فیصلہ بڑھیا کے حق میں سنادیا۔ اس پاداش میں اسے اپنے بچپن کے دوست کی دوستی سے ہاتھ دھونا پڑے مگر اس کا ضمیر مطمئن تھا کہ اس نے بے انصافی سے کام نہیں لیا۔ دوستی کی خاطر اپنا ایمان نہیں بیچا۔ جنم کے دل میں انتقام کی خواہش جنم لینے لگی۔ اتفاق سے بہت جلد انتقام کا موقع بھی مل گیا۔

الگو چودھری نے میلے سے بیلوں کا ایک جوڑا خریدا۔ پنچایت کے ایک ماہ بعد ایک نیل مر گیا۔ دوسرا نیل اس نے سمجھو کو ایک مہینے کے اُدھار پر بیچ دیا۔ سمجھو نے نیل کے چارے اور پانی کی پرواہ کئے بغیر اس سے اتنا کام لیا کہ ایک ماہ میں اس کا کچھ مر نکال دیا۔ حتیٰ کہ نیل مر گیا۔ الگو چودھری نے نیل کی رقم کا مطالبہ کیا تو سمجھو چلے بہانے اور ٹال مٹول کرنے لگا۔ کچھ عرصہ بعد دوبارہ پنچایت بیٹھی تو اس وقت معاملہ پہلے معاملے کے برعکس تھا۔ اب منصف جنم اور مدعی الگو چودھری تھا۔ دونوں کی دوستی دشمنی میں تبدیل ہو چکی تھی۔ الگو چودھری کو اندیشہ تھا کہ پنچایت کی آڑ میں جنم فتح لہنی دشمنی کی کسر نکالے گا۔ مگر جب جنم فتح انصاف کی کرسی پر بیٹھا تو اسے احساس ہوا کہ ایک منصف کے لیے انصاف سے بڑھ کر کچھ نہیں ہوتا۔ وہ نہ تو ذاتی دشمنی کو مد نظر رکھتا ہے اور نہ دوستیاں پالتا ہے۔ وہ صرف اور صرف دوستی سے کام لیتا ہے۔ چونکہ الگو چودھری حق پر تھا اس لیے جنم فتح نے اس کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ یوں دونوں دوست پھر سے ایک ہو گئے۔

مرکزی خیال:

اس افسانے کا مرکزی خیال یہ ہے کہ جب کوئی انسان انصاف کی کرسی پر براجمان ہوتا ہے تو وہ انصاف کے معاملے میں پر رشتے دار کو پس پشت ڈال دیتا ہے۔ اس کے پیش نظر صرف اور صرف انصاف ہوتا ہے۔ کوئی دوستی، کوئی رشتے داری اسے انصاف کرنے سے روک نہیں سکتی۔ اگر وہ منصف کی کرسی پر بیٹھ کر انصاف سے کام نہیں لے گا تو وہ دنیا میں بھی لعنت و ملامت کا شکار بنے گا اور آخرت میں بھی جواب دہ ہو گا۔ دوستی نبھانے کے لیے انصاف سے پہلو تہی کسی طرح بھی زیب نہیں۔

اہم اقتباس کی تشریح

اقتباس: جنم فتح اور الگو چودھری میں بڑا یارانہ تھا۔ ساجھے میں کھیتی ہوتی، لین دین میں بھی کچھ ساجھا تھا۔ ایک کو دوسرے پر کامل اعتماد تھا۔ جنم جب حج کرنے گئے تھے تو اپنا گھر الگو کو سونپ گئے تھے اور الگو جب باہر جاتے تو جنم پر اپنا گھر چھوڑ دیتے۔ اس دوستی کا آغاز اسی زمانہ میں ہوا، جب دونوں لڑکے جنم کے پدر بزرگوار فتح جمراتی کے روبرو زانوئے ادب نہ کرتے تھے۔ الگو نے استاد کی بہت خدمت کی؛ خوب رکابیاں مانجھیں؛ خوب پیالے دعوئے۔ ان کا خفقہ دم نہ لینے پاتا تھا۔ ان کے باپ پرانی وضع کے آدمی تھے۔ تعلیم کے مقابلے میں انہیں استاد کی خدمت پر زیادہ بھروسہ تھا۔ وہ کہا کرتے تھے: استاد کی دعا چاہئے، جو کچھ ہوتا ہے، فیض سے ہوتا ہے اور اگر الگو پر استاد کے فیض یا دعاؤں کا اثر نہ ہوتا تو اسے تسکین تھی کہ تحصیل علم کا کوئی دقیقہ اس کے فرو گذاشت نہیں کیا۔

حل مشقی سوالات

۱۔ مختصر جواب دیں۔

(الف) جمن شیخ اور الگوچودھری میں دوستی کا آغاز کب ہوا؟

جواب۔ اس دوستی کا آغاز اسی زمانے میں ہوا، جب دونوں لڑکے جمن کے پدر بزرگوار شیخ جمہراتی کے روبرو زانوئے ادب تہ کرتے تھے۔

(ب) شیخ جمن کی بیوی کا خالہ کی ملکیت کے بہہ نامے کی رجسٹری کے بعد خالہ سے کیا سلوک تھا؟

جواب۔ شیخ جمن کی بیوی کا خالہ کی ملکیت کے بہہ نامے کی رجسٹری کے بعد خالہ سے اچھا سلوک نہ تھا۔ وقت پر کھانا بھی نہ دیا جاتا تھا۔ رفتہ رفتہ سالن کی مقدار روٹیوں سے کم کر دی۔

(ج) الگوچودھری کے بیچ مقرر ہونے پر شیخ جمن کیوں خوش تھا؟

جواب۔ الگوچودھری چونکہ اس کا پرانا دوست تھا اس لیے شیخ جمن خوش تھا۔

(د) الگوچودھری نے کیا فیصلہ سنایا؟

جواب۔ الگوچودھری نے نہایت سنگین اور تھکسانہ لہجے میں جمن کو مخاطب کر کے یہ فیصلہ سنایا کہ زیادتی سراسر تمہاری ہے کہیتوں سے معقول نفع ہوتا ہے۔ تمہیں چاہیے کہ خالہ جان کے ماہوار گزارے کا بندوبست کر دو۔ اس کے سوائے اور کوئی صورت نہیں اگر تمہیں یہ منظور نہیں تو بہہ نامہ منسوخ ہو جائے گا۔

(ه) الگوچودھری کا فیصلہ سن کر شیخ جمن کا ردِ عمل کیا تھا؟

جواب۔ جمن فیصلہ سن کر سنائے میں آگیا، احباب سے کہنے لگا۔ بھی اس زمانے میں یہی دوستی ہے کہ جو اپنے اوپر بھروسہ کرے، اس کی گردن پر چھری پھیر دی جائے۔

(و) الگوچودھری نے سمجھو سیٹھ کو تیل کیوں فروخت کیا؟

جواب۔ چونکہ ایک تیل مر گیا تھا دوسرے تیل سے اکیلا کام نہیں لیا جاسکتا تھا اس لیے الگوچودھری نے تیل بیچ دیا۔

(ز) سمجھو سیٹھ نے الگوچودھری سے خریدے ہوئے تیل کے ساتھ کیا سلوک کیا؟

جواب۔ سمجھو سیٹھ نے خریدے ہوئے تیل کے ساتھ نہایت بُرا سلوک کیا۔ دن میں تین تین چار چار کھیوے کرتے۔ نہ چارے کی فکر تھی نہ پانی کی، بس کھیووں سے کام تھا۔

(ج) الگو چودھری اور سمجھو سیٹھ نے کون سا تنازع پنچایت کے سامنے پیش کیا؟

جواب۔ سمجھو سیٹھ کا تیل مر گیا تو اس نے الگو چودھری کو تیل کی قیمت دینے سے انکار کر دیا۔ اس لیے دونوں میں ٹکڑا ہو گئی اور مقدمہ پنچایت کے سامنے پیش کر دیا گیا۔

(ط) شیخ جمن نے فیصلہ سناتے ہوئے انصاف کے اصولوں کو کہاں تک پورا کیا؟

جواب۔ شیخ جمن نے بہت غور سے سنا اور اپنی عظیم الشان ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے فیصلہ سنایا۔ حق اور راستی انصاف کے اصولوں کو مکمل طور پر پورا کیا۔

۲۔ سبق کو پیش نظر رکھتے ہوئے خالی جگہ پُر کریں۔

جواب۔ (الف) جمن شیخ اور الگو چودھری میں بڑا بیارنہ تھا۔

(ب) جمن جب حج کرنے گئے تھے تو اپنا گھر الگو کو سونپ گئے تھے۔

(ج) ان کے باپ پرانی وضع کے آدمی تھے۔

(د) شیخ جمن ذاتی خود دعا اور فیض کے مقابلے میں تازیانی کے زیادہ قائل تھے۔

(ر) جمن نے وعدے و وعید کے سبز باغ دکھا کر خالہ اماں سے وہ ملکیت اپنے نام کرا لی تھی۔

(و) خالہ جان اپنے مرنے کی بات نہیں عن سکتی تھیں۔

(و) بوڑھی خالہ نے اپنی دانست میں تو گریہ و زاری کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔

(ز) شیخ جمن کو بھی اپنی عظیم الشان ذمہ داری کا احساس ہوا۔

(ح) دوستی کا مر جھایا ہوا درخت پھر سے ہرا ہوا گیا۔

۳۔ سبق کو مد نظر رکھ کر، درست بیان کے آگے (✓) اور غلط بیان کے آگے (x) کا نشان

لگائیں۔

جواب۔ (الف) الگو جب کبھی باہر جاتے تو جمن پر اپنا گھر چھوڑ جاتے۔ (✓)

(ب) الگو کے باپ نئے انداز کے آدمی تھے۔ (x)

(ج) الگو کی ایک بوڑھی بیوہ خالہ تھیں۔ (✓)

(د) کئی دن تک بوڑھی خالہ لکڑی لیے آس پاس کے گاؤں کے چکر لگاتی رہیں۔ (✓)

- (و) جن نے بڑھیا کو پیار بھری نظروں سے دیکھا۔ (x)
- (و) شیخ جن اپنی خانہ کوماں کے برابر سمجھتے تھے۔ (x)
- (ز) انموقانونی آدمی نہیں تھے۔ (x)
- (ح) ایک ایک سوال جن کے دل پر ہتھوڑے کی طرح لگتا تھا۔ (✓)
- (ط) پہچایت کے ایک ہفتے بعد ایک تیل مر گیا۔ (x)
- (ی) سمجھو سیٹھ منڈی سے تیل نمک لاد کر لاتے اور گاؤں میں بیچتے تھے۔ (✓)
- (س) رام دھن نے پہلا نام جن کا سنا تو کلیجہ دھک سے ہو گیا۔ (x)
- (ص) شیخ جن کو شیخ بن کر اپنی ذمے داری کا احساس نہ ہوا۔ (x)

۴۔ مندرجہ ذیل الفاظ کے معانی لکھیے۔

جواب۔

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
ساجھا	حصہ داری، شراکت	رفتہ رفتہ	آہستہ آہستہ
زانوئے ادب تہ کرنا	شاگردی اختیار کرنا	صلح پسند	امن اور قانون ماننے والا
وضع	طرز، بناوٹ، شکل	تاحین حیات	زندگی بھر، عمر بھر
بیچ	ٹالٹ، فیصلہ کرنے والے، پہچایت کرنے والے		

۵۔ مندرجہ ذیل الفاظ کی مونث لکھیں۔

جواب۔ استاد، شیخ، چودھری، سیٹھ، تیل

مذکر	مونث	مذکر	مونث
استاد	استانی	چودھری	چودھرائن
شیخ	شیخانی	تیل	گائے
سیٹھ	سیٹھانی		

۶۔ اعراب کی مدد سے تلفظ واضح کریں۔

جواب۔ زانوائے ادب، وضع، تحمیل علم، فرڈگزاشت، پرسش، ضعیفہ، رعوخ، مطہق، شختاء، مباحثہ

۷۔ اس سبق کا خلاصہ لکھیں۔

جواب۔ سبق کا خلاصہ شروع کے صفحات پر دے دیا گیا ہے۔

۸۔ عبارت کی تشریح کریں۔ سبق کا عنوان اور مصنف کا نام بھی لکھیں۔

جواب۔ اقتباس: الگو کو آئے دن عدالت سے واسطہ رہتا تھا۔ قانونی آدمی تھے۔ جن سے جرح کرنے لگے۔ ایک ایک سو سال جن کے دل پر ہتھوڑے کی ضرب کی طرح لگتا تھا۔ جن حیرت میں تھے کہ الگو کو کیا ہو گیا ہے۔ ابھی تو یہ میرے ساتھ بیٹھا مرے مرے کی باتیں کر رہا تھا۔ اتنی دیر میں ایسی کایا پلٹ ہو گئی کہ میری جڑ کھودنے پر آمادہ ہے، اچھی دوستی نبائی۔ جرح ختم ہونے کے بعد الگو نے فیصلہ سنایا۔ لہجہ نہایت سنگین اور تحکمانہ تھا: ”شیخ جن! بچوں نے اس معاملے پر اچھی طرح غور کیا۔ زیادتی سراسر تمہاری ہے۔ کھیتوں سے معقول نفع ہوتا ہے۔ تمہیں چاہئے کہ خالہ جان کے ماہوار گزارے کا بندوبست کر دو۔ اس کے سوائے اور کوئی صورت نہیں اگر تمہیں یہ منظور نہیں، تو بہ نامہ منسوخ ہو جائے گا۔“ جن نے فیصلہ سنا اور سنائے میں آگیا۔ احباب سے کہنے لگا:

”بھئی! اس زمانے میں یہی دوستی ہے کہ جو اپنے اوپر بھروسہ کرے، اس کی گردن پر چھری پھیری جائے۔“

اس فیصلے نے الگو اور جن کی دوستی کی جڑیں ہلا دیں۔

حوالہ متن: مصنف کا نام: منشی پریم چند

سبق کا عنوان: پنچایت

حل لغت: آئے دن: ہر روز، ہمیشہ جرح کرتا: بحث کرنا، سوالات کرنا۔ کایا پلٹ ہونا: کچھ سے کچھ ہو جانا۔ جڑ کھودنا: تباہ کرنا۔ آمادہ: تیار۔ دوستی نبائنا: وفاداری کرنا۔ تحکمانہ: حکم والا بہ نامہ: وہ دستاویز جس میں کسی چیز کو بخشنے کا اقرار لکھا جائے۔

سیاق و سباق:

اس سبق میں منشی پریم چند نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ دوستی اور دشمنی سے قطع نظر انصاف کو اہمیت حاصل ہے ہمارے دیہاتوں میں آج بھی پنچایت کا نظام رائج ہے۔ پنچایت ایسی بیشک کو کہتے ہیں جہاں گاؤں کے لوگ کسی متنازعہ مسئلے کو حل کرنے کے لیے اکٹھے ہوتے ہیں۔ جن شیخ اور الگو چودھری میں بہت یارانہ تھا۔ مگر جب الگو چودھری منصف کی کرسی پر بیٹھا تو اس نے دوستی نبھانے کی بجائے حق و انصاف کی بات کی۔ اس پاداش میں اسے اپنے بچپن کے دوست کی دوستی سے ہاتھ دھونا پڑے مگر اس کا ضمیر مطمئن تھا کہ اس نے بے انصافی سے کام نہیں لیا۔ کچھ عرصہ بعد دوبارہ پنچایت بیٹھی تو اس وقت معاملہ پہلے معاملے کے

برعکس تھا۔ اب منصف جمن اور مدعی الگو چودھری تھا۔ دونوں کی دوستی دشمنی میں تبدیل ہو چکی تھی۔ الگو چودھری کو اندیشہ تھا کہ پنچایت کی سڑ میں جمن شیخ ایڈ دھمنی کی سر نکالے گا۔ مگر جب جمن شیخ انصاف کی کرسی پر بیٹھا تو اسے احساس ہوا کہ ایک منصف کے لیے انصاف سے بڑھ کر کچھ نہیں ہوتا۔ وہ نہ تو ذاتی دشمنی کو مد نظر رکھتا ہے اور نہ دوستیاں پاتا ہے۔ وہ صرف اور صرف دوستی سے کام لیتا ہے چونکہ الگو چودھری حق پر تھا اس لیے جمن شیخ نے اس کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ یوں دونوں دوست بھر سے ایک ہو گئے۔

تشریح:

اس اقتباس میں الگو کے سرخی مقرر ہونے اور اس کی معزز حیثیت کا ذکر کیا گیا ہے۔ الگو کا تقریباً ہر روز عدالتوں سے واسطہ پڑا رہتا تھا۔ اس لئے وہ مکمل طور پر قانون پر عبور رکھتا تھا۔ اس نے قانون دان منصف کی طرح جمن پر بحث کرنی شروع کر دی۔ اس کا ہر ایک سوال جمن کے دل کو صدمہ پہنچا رہا تھا۔ اور وہ حیران تھا کہ الگو کو کیا ہو گیا ہے۔ ابھی تو میرے ساتھ بیٹھا مزے مزے کی باتیں کر رہا تھا۔ اتنی تھوڑی سی دیر میں اس کے اندر اتنی بڑی تبدیلی کہاں سے آگئی۔ وہ ایک دم سے میرا مخالف ہو گیا ہے۔ جرح مکمل ہونے پر الگو نے بڑے حکمیہ انداز میں شیخ جمن کو مخاطب کر کے فیصلہ سنایا کہ زیادتی سراسر تمہاری ہے۔ تمہیں کھیتوں سے مناسب آمدنی حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے تمہیں خالہ جی کے ماہانہ خرچ کا مناسب انتظام کر دینا ہو گا۔ اگر تم نے اس فیصلے کو نہ مانا تو بہہ نامہ منسوخ ہو جائے گا۔ الگو کے سنائے گئے اس فیصلے نے شیخ جمن کے ہوش اڑا دیئے اور اتنی پرانی دوستی کی جڑیں ہلا کر رکھ دیں۔

۹۔ ذیل میں مختلف محاوروں کو دو جملوں میں استعمال کیا گیا ہے۔ درست استعمال کے آگے (✓)

اور غلط بیان کے آگے (x) کا نشان لگائیں۔

- | | |
|---|------------------------|
| (الف) اکرم نے مجھے ملتان میں اپنے سبز باغ دکھائے۔ (x) | (۱) سبز باغ دکھاتا: |
| (ب) سیاسی لوگ سبز باغ دکھا کر عوام کو لوٹتے ہیں۔ (✓) | |
| (الف) سعد نے میرے بازو کے زخم پر نمک چھڑکا تو میری جینیں کل گئیں۔ (x) | (۲) زخم پر نمک چھڑکنا: |
| (ب) آپ میرے زخم پر نمک چھڑکنے کے بجائے میری مدد کریں۔ (✓) | |
| (الف) انب میرے سوال پر بظلیں جھانکنے لگا۔ (✓) | (۳) بظلیں جھانکنا: |
| (ب) کسی کی بظلیں جھانکنا بڑی بات ہے۔ (x) | |

الگو چودھری نے میلے سے بیلوں کا ایک جوڑا خریدا۔ پنچایت کے ایک ماہ بعد ایک بیل مر گیا۔ دوسرا بیل اس نے سمجھو کو ایک مہینے کے اُدھار پر بیچ دیا۔ سمجھو نے بیل کے چارے اور پانی کی پرواہ کئے بغیر اس سے اتنا کام لیا کہ ایک ماہ میں اس کا کچھ مر نکال دیا۔ حتیٰ کہ بیل مر گیا۔ الگو چودھری نے بیل کی رقم کا مطالبہ کیا تو سمجھو حیلے بہانے اور ٹال مٹول کرنے لگا۔ کچھ عرصہ بعد دوبارہ پنچایت بیٹھی تو اس وقت معاملہ پہلے معاملے کے برعکس تھا۔ اب منصف جنم اور مدعی الگو چودھری تھا۔ دونوں کی دوستی دشمنی میں تبدیل ہو چکی تھی۔ الگو چودھری کو اندیشہ تھا کہ پنچایت کی آڑ میں جنم فتح لہنی دشمنی کی کسر نکالے گا۔ مگر جب جنم فتح انصاف کی کرسی پر بیٹھا تو اسے احساس ہوا کہ ایک منصف کے لیے انصاف سے بڑھ کر کچھ نہیں ہوتا۔ وہ نہ تو ذاتی دشمنی کو مد نظر رکھتا ہے اور نہ دوستیاں پالتا ہے۔ وہ صرف اور صرف دوستی سے کام لیتا ہے۔ چونکہ الگو چودھری حق پر تھا اس لیے جنم فتح نے اس کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ یوں دونوں دوست پھر سے ایک ہو گئے۔

مرکزی خیال:

اس افسانے کا مرکزی خیال یہ ہے کہ جب کوئی انسان انصاف کی کرسی پر براجمان ہوتا ہے تو وہ انصاف کے معاملے میں پر رشتے دار کو پس پشت ڈال دیتا ہے۔ اس کے پیش نظر صرف اور صرف انصاف ہوتا ہے۔ کوئی دوستی، کوئی رشتے داری اسے انصاف کرنے سے روک نہیں سکتی۔ اگر وہ منصف کی کرسی پر بیٹھ کر انصاف سے کام نہیں لے گا تو وہ دنیا میں بھی لعنت و ملامت کا شکار بنے گا اور آخرت میں بھی جواب دہ ہو گا۔ دوستی نبھانے کے لیے انصاف سے پہلو تہی کسی طرح بھی زیب نہیں۔

اہم اقتباس کی تشریح

اقتباس: جنم فتح اور الگو چودھری میں بڑا یارانہ تھا۔ ساجھے میں کھیتی ہوتی، لین دین میں بھی کچھ ساجھا تھا۔ ایک کو دوسرے پر کامل اعتماد تھا۔ جنم جب حج کرنے گئے تھے تو اپنا گھر الگو کو سونپ گئے تھے اور الگو جب باہر جاتے تو جنم پر اپنا گھر چھوڑ دیتے۔ اس دوستی کا آغاز اسی زمانہ میں ہوا، جب دونوں لڑکے جنم کے پدر بزرگوار فتح جمہراتی کے روبرو زانوئے ادب نہ کرتے تھے۔ الگو نے استاد کی بہت خدمت کی؛ خوب رکابیاں مانجھیں؛ خوب پیالے دعوئے۔ ان کا خفقہ دم نہ لینے پاتا تھا۔ ان کے باپ پرانی وضع کے آدمی تھے۔ تعلیم کے مقابلے میں انہیں استاد کی خدمت پر زیادہ بھروسہ تھا۔ وہ کہا کرتے تھے: استاد کی دعا چاہئے، جو کچھ ہوتا ہے، فیض سے ہوتا ہے اور اگر الگو پر استاد کے فیض یا دعاؤں کا اثر نہ ہوتا تو اسے تسکین تھی کہ تحصیل علم کا کوئی دقیقہ اس کے فرو گذاشت نہیں کیا۔

سبق کا عنوان: پنچایت

حل لغت: یارانہ: دوستی۔ ساجھا: حصہ داری، شراکت۔ کامل اعتماد: مکمل بھروسہ۔ پدر بزرگوار: قابل احترام باپ۔
روبرو: آمنے سامنے۔ زنوائے ادب: کرنہ: ادب سے بیٹھنا۔ دم نہ لینا: وقفہ نہ کرنا۔ وضع: شکل، بناوٹ

سیاق و سباق:

اس سبق میں فشی پریم چند نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ دوستی اور دشمنی سے قطع نظر انصاف کو اہمیت حاصل ہے ہمارے دیہاتوں میں آج بھی پنچایت کا نظام رائج ہے۔ پنچایت ایسی بیٹھک کو کہتے ہیں جہاں گاؤں کے لوگ کسی متنازعہ مسئلے کو حل کرنے کے لیے اکٹھے ہوتے ہیں۔ جن فشی اور الگوچودھری میں بہت یارانہ تھا۔ مگر جب الگوچودھری منصف کی کرسی پر بیٹھا تو اس نے دوستی نبھانے کی بجائے حق و انصاف کی بات کی۔ اس پاداش میں اسے اپنے بچپن کے دوست کی دوستی سے ہاتھ دھونا پڑے مگر اس کا ضمیر مطمئن تھا کہ اس نے بے انصافی سے کام نہیں لیا۔ کچھ عرصہ بعد دوبارہ پنچایت بیٹھی تو اس وقت معاملہ پہلے معاملے کے برعکس تھا۔ اب منصف جن اور مدعی الگوچودھری تھا۔ دونوں کی دوستی دشمنی میں تبدیل ہو چکی تھی۔ الگوچودھری کو اندیشہ تھا کہ پنچایت کی آڑ میں جن فشی اپنی دشمنی کی کسر نکالے گا۔ مگر جب جن فشی انصاف کی کرسی پر بیٹھا تو اسے احساس ہوا کہ ایک منصف کے لیے انصاف سے بڑھ کر کچھ نہیں ہوتا۔ وہ نہ تو ذاتی دشمنی کو مد نظر رکھتا ہے اور نہ دوستیاں پالتا ہے۔ وہ صرف اور صرف دوستی سے کام لیتا ہے۔ چونکہ الگوچودھری حق پر تھا اس لیے جن فشی نے اس کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ یوں دونوں دوست پھر سے ایک ہو گئے۔

تشریح:

اس پیرا گراف میں منصف نے جن فشی اور الگوچودھری کے تعلقات اور دوستی کے بارے میں بتایا ہے۔ جن فشی اور الگوچودھری آپس میں دوست تھے۔ ایک دوسرے پر کامل بھروسہ تھا۔ دونوں کی دوستی کی وجہ کھیتی باڑی اور لین دین میں شراکت تھا۔ یہ اعتماد اس قدر پروان چڑھ چکا تھا کہ جب جن فریضہ حج ادا کرنے کے لیے گئے تو اپنے گھر کے انتظامات الگو کے سپرد کر گئے تھے۔ اور الگو کا بھی یہی حال تھا۔ جب بھی وہ باہر جاتا تو اپنا گھر جن کے حوالے کے جاتا۔ دوستی کا یہ سفر طالب علمی کے زمانہ سے رواں دواں تھا۔ دونوں لڑکے جن کے والد محترم کے ہاں علم حاصل کرتے تھے۔ اس دوران الگو نے اپنے استاد کی بہت خدمت کی۔ انہیں تعلیم کے مقابلے میں استاد کی خدمت پر زیادہ بھروسہ تھا۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ استاد کی دعا چاہے جو کچھ بھی ہوتا ہے استاد کے فیض و کرم سے ہوتا ہے۔ الگو اس بات پر مطمئن تھا کہ اس نے علم حاصل کرنے کے لئے کافی محنت سے کام لیا تھا اور اس سلسلے میں کسی قسم کی غفلت اور لاپرواہی سے کام نہیں لیا تھا۔

WANT TO **DOWNLOAD** **NOTES** OF ANY CLASS?

[Click Me to Download](#)
(I'll Bring You There)



**Top Study World is one of the best notes
providers in Pakistan for FREE!**